

اہل بیت علیہم السلام کی عزاداری

<?xml encoding="UTF-8">

یہ ایک تاریخی حقیقت ہے کہ آئمہ اطہار (ع) نے حالات زندگی کا لحاظ رکھتے ہوئے اپنے تبلیغی انداز کو ہمیشہ زمانے کے تقاضوں سے ہم آہنگ رکھا ہے اور ان کا اصول تبلیغ یہی تھا کہ بات کو حالات کے مطابق ہونا چاہئے ورنہ بے اثر ہو جائے گی بلکہ بسا اوقات مضر اور نقصان دہ بھی ثابت ہوگی لہذا انہیں حالات کے تحت تھاکہ کبھی ایک امام (ع) نے خطبہ کی زبان اختیار کی اور کبھی دعا کی لیکن واقعہ کربلا کے بعد تبلیغ کی ایک اور زبان ایجاد ہوگی جس کا نام عزاداری تھا۔

عزاداری درحقیقت آئمہ معصومین (ع) کے تبلیغی مشن کے ایک انتہائی محتاط عنصر کا نام تھا جہاں بظاہر اپنے حالات اور گھروالوں پر گزرنے والے مصائب پر گریہ کیا جاتا تھا جس سے عام طور پر شخص کو ہمدردی ہو جاتی ہے اور کوئی شخص اس کی مخالفت نہیں کرتا وہاں اس گریہ و غم کے سائے میں دین کے عظیم پیغام کو نشر کیا جاتا تھا چنانچہ پیغمبر گرامی اسلام (ص) سے لے کر امام زمانہ علیہ السلام تک جس قدر حالات نے اجازت دی ہے ہر امام (ع) نے تبلیغ دین کے اس عنصر پر زور دیا ہے اور فرش عزا بچھا کر ایک طرف تو لوگوں کو ان عوامل کو تلاش کرنے کا جذبہ دیا کہ جس کے باعث یہ حالات اور مصائب پیش آئے تھے اور اس طرح اس دین تک پہنچنے کا موقع فراہم کیا جس کی تبلیغ کے لئے یہ مصائب برداشت کیے گئے تھے اور دوسری طرف ذکر مصائب کے ذیل میں ان تبلیغات کا بھی انتظام کیا گیا جو آئمہ طاہرین کی زندگی اور ان کے منصب کا نصب العین تھا تبلیغ کی اس زبان اور عزاداری کے عنوان کے تحت آئمہ ہدیٰ علیہم السلام نے تفسیر، حدیث، تاریخ، احکام اور عقائد سب کا تذکرہ فرمایا ہے، حالانکہ عزاداری کا لفظی مفہوم تو صرف غم منانا اور صبر و سکون کا سامان فراہم کرنا ہے جس سے ان مسائل کا کوئی تعلق نہیں ہے۔ ذیل میں ہم رسول گرامی اسلام (ص) اور دیگر آئمہ ہدیٰ علیہم السلام کی زندگی کا ایک جائزہ اس حوالے سے پیش کرتے ہیں کہ ان مقدس ہستیوں نے عزاداری کا کیسا انداز اپنایا اور اپنے زمانے کے حالات کے مطابق کیا روش اپنائی ہے؟

خاتم الانبیاء (ص) کی عزاداری:

اگرچہ کربلا والوں کی عزاداری کی تاریخ حضرت آدم (ع) سے شروع ہوتی ہے اور تاریخ انسانیت ہی ایک لحاظ سے تاریخ عزاداری ہے اور انبیاء کو وحی کے ذریعے ۶۱ ہ کے اس ہونے والے واقعہ کے بارے میں بتایا گیا اور انبیاء (ع) نے اپنے اپنے انداز سے عزاداری کی ہے لیکن چونکہ ہمارا موضوع آئمہ و اہل بیت (ع) کی عزاداری ہے لہذا ہم انبیاء کے سردار حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دور سے آغاز کرتے ہیں۔

پیغمبر گرامی اسلام (ص) کہ جن کا قول، فعل اور تقریر تمام مسلمانوں کے لئے حجت ہے اور جن کی ہر بات کی سچائی کی گواہی قرآن نے دی ہے نے اپنے نواسہ کی شہادت سے قبل جب جبرائیل امین (ع) نے کربلا کے واقعات کے بارے میں بتایا تو کتنے متاثر اور غمگین ہوئے؟ اس حوالے سے چند احادیث کریبان کرتے ہیں:

پیغمبر گرامی اسلام (ص) ام سلمیٰ کے حجرے میں تشریف فرماتھے ام سلمیٰ سے فرمایا کہ کسی کو میرے پاس نہ آنے دیں ام سلمیٰ روایت کرتی ہیں کہ پیغمبر گرامی اسلام (ص) میرے حجرے میں آرام فرما رہے تھے کہ اسی

دوران امام حسین علیہ السلام جب آپ (ع) کا بچپنا تھا وارد ہوئے ام سلمیٰ کہتی ہیں کہ میں حضرت حسین (ع) کو نہ روک سکی امام حسین (ع) اپنے نانا کے حجرے میں وارد ہوئے اور میں بھی آہستہ آہستہ پیچھے کمرے میں چلی گئی دیکھا کہ امام حسین (ع) اپنے نانا کے سینے پر سوار ہیں اور خدا کے رسول (ص) گریہ کر رہے ہیں اور آپ کے ہاتھ میں کوئی چیز ہے رسول اسلام (ص) میری طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا: ”اے ام سلمیٰ! مجھے ابھی ابھی جبرائیل (ع) نے خبر دی ہے کہ میرا بیٹا حسین (ع) قتل کیا جائے گا پھر پیغمبر (ص) کے ہاتھ میں جو تربت تھی مجھے دے دی اور فرمایا اسے اپنے پاس محفوظ کرلو اسے دیکھتے رہنا جب یہ تربت خون میں بدل جائے تو سمجھ لینا کہ حسین (ع) کو قتل کر دیا گیا ہے۔

ام سلمیٰ نے کہا یا رسول اللہ (ص) خدا سے دعا کریں کہ خدا حسین (ع) کو اس مصیبت سے محفوظ رکھے رسول اللہ (ص) نے فرمایا میں نے التجا کی ہے مگر میرے اوپر وحی نازل ہوئی ہے کہ حسین (ع) کے لئے خدا کے ہاں ایسا مقام ہے کہ کوئی دوسرا اس تک نہیں پہنچ سکتا اور وہ اپنے شیعوں کی شفاعت کریں گے اور مہدی آل محمد (ع) ان کے فرزندوں میں سے ہوگا پس خوش نصیب ہیں وہ لوگ کہ جو حسین (ع) سے محبت کرنے والے اور ان کے شیعہ ہوں گے خدا کی قسم ان کے شیعہ قیامت کے دن کامیاب ہوں گے۔ (امالی شیخ صدوق، مجلسی ۲۹، حدیث ۳)

پیغمبر گرامی اسلام (ص) نے امام حسین علیہ السلام کی ولادت کے وقت سے ہی عزاداری و گریے کا سلسلہ قائم کر دیا تھا۔ اسماء روایت کرتی ہیں کہ جب رسول اللہ (ص) کو حسین (ع) کی ولادت کی خبر ملی تو آپ (ص) جلدی سے حضرت سیدہ (ع) کے گھر میں گئے جبکہ آپ (ص) کے چہرہ انور سے غم و حزن کے آثار نمایاں تھے اور حزن آلود آواز میں فرمایا: اے اسماء میرے بیٹے کو لے آؤ بچے کو لایا گیا اور پیغمبر گرامی اسلام (ص) کے دست مبارک میں دیا گیا پیغمبر (ص) نے بچے کو آغوش میں لیا بوسہ بھی لیتے تھے اور گریہ بھی فرماتے تھے اسماء کہتی ہیں کہ میں پیغمبر (ص) کی اس کیفیت کو دیکھ کر بہت متاثر ہوئی اور کہا: اے خدا کے رسول (ص)! میرے ماں باپ آپ (ص) پر قربان ہوں کس لئے گریہ فرما رہے ہیں؟

رسول خدا (ص) نے فرمایا: اپنے اس بیٹے کے لئے گریہ کر رہا ہوں اسماء بہت حیران ہوئیں اور کہا یہ فرزند تو ابھی متولد ہوا ہے اس کے لئے کیوں گریہ کر رہے ہیں؟ رسول اللہ (ص) نے فرمایا: تقتله الفئة الباغية من بعدی لا أنا لهم واللہ شفاعتی اس فرزند کو ایک باغی گروہ قتل کرے گا خدا کی قسم ہرگز میری شفاعت ان کو نہیں ملے گی۔ اسماء کہتی ہیں کہ پھر رسول خدا (ص) اپنی جگہ سے اٹھے اور غم و اندوہ کی حالت میں فرمایا: اسماء اس واقعہ کے بارے میں فاطمہ (ع) کو نہ بتانا کیونکہ وہ ابھی ابھی اس فرزند کی ماں بنی ہیں۔ (حیاء الامام الحسین، ج ۱، ص ۲۷)

معجم طبرانی میں اسی سے مشابہہ ایک اور روایت نقل کی گئی ہے اور اس کے علاوہ بہت ساری احادیث پیغمبر گرامی اسلام (ص) سے منقول ہوئی ہیں جس میں واقعہ کربلا پر آپ کا گریہ کرنا اور سوگوار ہونا ثابت ہے اور رسول خدا جہاں حسین (ع) کی مظلومیت پر آنسو بہاتے تھے وہاں حسین (ع) کی حقانیت کو بھی واضح فرماتے ہیں بعض اوقات جب خدا کے رسول زبیر منبر ہوتے تھے اور اپنے صحابہ کو خطبہ ارشاد فرماتے اور اس دوران حسین (ع) وار د بزم ہوتے تو رسول خدا (ص) اپنا منبر چھوڑ دیتے بچے کو آغوش میں لیتے اور پھر لوگوں سے کہتے کہ ہذا حسین فاعرفوہ و انصروہ یہ میرا حسین (ع) ہے اس کو پہچان لو اور اس کی مدد کرنا۔

رسول خدا (ص) نے فرمایا: (أَنَّ لِقَتْلَ الْحُسَيْنِ) حرارةٌ فی قلوب المومنین لا تبرد أبداً ”بے شک حسین (ع) کی شہادت سے مومنین کے دلوں میں ایسی حرارت پیدا ہوگی کہ جو کبھی بھی ٹھنڈی نہیں ہوگی۔“

یہ فرمان رسول(ص) جہاں ایک خبر ہے وہاں یہ اُ مروانشاء بھی ہے یعنی رسول خد(ص) یہ چاہتے ہیں کہ مومنین اس عظیم قربانی کوکہ جس نے اپنی قربانی دے کر ہمیشہ کے لئے اسلام کو زندہ کر دیا یاد رکھیں اور لفظ حرارت سے تعبیر فرمانا بھی بے مقصد نہیں ہے بلکہ حکمت ہے کہ حسین(ع) کو ایسے یاد رکھو کہ دلوں میں متحرک و بیداری پیدا ہو جائے نہ ایسی یاد کہ جوانسان کو اپنی ذمہ داریوں سے غافل کر دے اور بے کار بنادے لہذا حقیقی عزادار کی نشانی یہ ہے کہ وہ ہمیشہ اپنی ذمہ داریوں کو ادا کرنے میں متحرک اور پرجوش دکھائی دیتا ہے۔

حضرت امیر المؤمنین علیہ السلام:

جیسا کہ رسول خد(ص) نے حسین(ع) کی شہادت سے قبل آپ (ع) کی شہادت اور مصیبت عظمیٰ کے حوالے سے بیان فرمایا تھا ایسے ہی حضرت امیر المؤمنین علیہ السلام نے بھی بہت ساری روایات بیان فرمائی ہیں بطور نمونہ ہم صرف دو روایتوں کو بیان کرتے ہیں:

ابن عباس روایت کرتے ہیں کہ ہم امیر المؤمنین (ع) کے ساتھ صفین کی طرف جارہے تھے جب فرات کے کنارے نینوا کے مقام پر پہنچے تو حضرت نے بلند آواز سے فرمایا: ابن عباس! کیا اس سرزمین کو پہچانتے ہو؟ میں نے کہا: نہیں، حضرت نے فرمایا: اگر تو اس سرزمین کو پہچانتا ہوتا تو میری طرح روتے ہوئے گذرتا ابن عباس روایت کرتے ہیں کہ پھر حضرت کافی دیر تک گریہ کرتے رہے یہاں تک کہ آپ کے محاسن مبارک آنسوؤں سے تر ہو گئے پھر فرمایا: اے وائے! میں نے آل سفیان سے کیا کیا ہے؟ شیطان کا گروہ اور شیطان کے دوست اے ابا عبد اللہ صبر کرو ----- پھر فرمایا اے ابن عباس واقعی ایسا ہی ہے جیسا دیکھ رہا ہوں کہ میرے بدن کا ٹکڑا حسین(ع) اس سرزمین پر استغاثہ کر رہا ہے اور کوئی اس کے استغاثے کا جواب نہیں دے رہا یہ زمین کربلا ہے کہ جہاں حسین(ع) اور میرے اور فاطمہ(ع) کے سترہ فرزند دفن ہوں گے کربلا کی زمین اہل آسمان کے نزدیک معروف و مشہور ہے اور وہ کربلا کو ایسے یاد کرتے ہیں جیسے حرمین شریفین اور بیت المقدس کو یاد کیا جاتا ہے۔ (امالی شیخ صدوق، ج ۵، مجلس ۵۷)

2- ہرثمہ بن ابی مسلم نے بھی اس سے مشابہہ ایک روایت نقل کی ہے: وہ کہتا ہے کہ میں جنگ صفین میں علی علیہ السلام کے ساتھ تھا واپسی پر کربلا پہنچے تو حضرت نے نماز صبح پڑھی پھر کربلا کی کچھ خاک کواٹھایا، سونگھا اور فرمایا: اے کربلا کی خاک تو خوش قسمت ہے کہ تجھ سے ایک گروہ اٹھے گا جو بغیر حساب کے بہشت میں داخل ہوگا۔ ہرثمہ کہتا ہے کہ جب میں اپنی مومنہ بیوی کے پاس گیا اور اس واقعہ کے بارے میں بتایا تو اس نے کہا: امیر المؤمنین(ع) بغیر حکمت کے کوئی بات نہیں فرماتے۔

جب عبید اللہ ابن زیاد نے اپنے لشکر کو کربلا بھیجا تو یہی ہرثمہ، ابن زیاد کے لشکر میں تھا جیسے ہی یہ کربلا کی زمین پر پہنچا تو اس نے اس زمین کو پہچان لیا اور امیر المؤمنین (ع) کی بات اس کو یاد آگئی گھوڑے پر سوار ہوا اور امام حسین(ع) کی طرف چلا آیا اور واقعہ کے بارے میں بتایا امام حسین علیہ السلام نے فرمایا: ابھی تو میری مدد کے لئے آیا ہے یا میرا دشمن ہے؟ اس نے کہا: کوئی بھی نہیں بلکہ کوفہ میں میری ایک بیٹی ہے مجھے ڈر ہے کہ ابن زیاد اس کو قتل نہ کر دے امام (ع) نے فرمایا: پس جاؤ اور میری شہادت کونہ دیکھ اور میرے استغاثہ کونہ سننا پھر فرمایا: اس خدا کی قسم کہ جس کے ہاتھ میں حسین(ع) کی جان ہے جو شخص میری فریاد کو سنے اور میری مدد نہ کرے تو خدا اس کو الٹے منہ جہنم میں ڈالے گا۔ (امالی صدوق، ج ۶، مجلس ۲۸)

ان دونوں روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ کربلا کی سرزمین سے جس نبی یا ولی کا گذر ہوا ہے تو اس نے واقعہ کربلا کا ذکر کیا ہے اور ایک خاص عکس العمل ظاہر کیا ہے اور کربلا کی خاک کا ایک خاص انداز سے تکریم و احترام کیا ہے۔

حضرت فاطمہ زہرا (ع) کے متعلق کتب میں موجود ہے کہ جب رسول خد(ص) نے حضرت سیدہ کوامام حسین (ع) کی شہادت کی خبر سنائی تو شدت سے گریہ کیا اور پوچھا: بابا جان! یہ واقعہ کب ہوگا؟ آپ(ص) نے فرمایا: بیٹی! جب نہ میں ہوں گا نہ تو ہوگی نہ علی(ع) اور نہ حسن(ع) ہوں گے جناب سیدہ کا گریہ بڑھ گیا اور عرض کی بابا جان! کیا میرے بیٹے کو کوئی رونے والا نہیں ہوگا؟ آپ(ص) نے فرمایا: بیٹی! خداوند ایک ایسی قوم پیدا کرے گا جن کی خواتین میری ذریت کی خواتین پر روئیں گئیں جن کے مرد میرے اہل بیت(ع) کے مردوں پر روئیں گے اور ہر سال اس غم کو تازہ کریں گے قیامت کے دن تو ان عورتوں کی اور میں مردوں کی شفاعت کروں گا۔ ان سارے واقعات میں اگر غور کیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ شہداء کربلا کی عزاداری آئمہ علیہم السلام نے خود بھی کی ہے اور دوسروں کو بھی عزاداری کرنے کی تشویق کی ہے اس لئے کہ یہ گریہ و عزاداری شعائر زندگی ہے ' گریہ شرافت آدم ہے ' تہذیب انسانیت ہے یہ عزاداری ایک طرف تو مظلوم کی مظلومیت پر گریہ ہے تو دوسری طرف ظالم کے خلاف نفرت کا اظہار بھی ہے اس لئے آئمہ علیہم السلام کی تاکید ہے کہ اس ماتم و عزاداری کو زندہ رکھیں کیونکہ اگر عزاداری زندہ ہے تو اسلام زندہ ہے پیغمبر گرامی اسلام(ص) سے لے کر امام زمانہ علیہ السلام تک ہر امام نے اور خاندان اہل بیت(ع) کے ہر فرد نے عزاداری کی ہے اور صف ماتم بچھائی ہے امام حسن مجتبیٰ علیہ السلام کو جب زبردیا گیا تو بیان کیا گیا ہے کہ امام حسین(ع) نے گریہ کیا اور بھائی کی مصیبت پر آنسو بہائے امام حسن علیہ السلام نے فرمایا: (لایوم کیومک یا ابا عبد اللہ) ”اے بھائی حسین(ع)! جتنی تیری مصیبت بڑی ہوگی اس سے بڑھ کر کوئی مصیبت کادن نہیں ہے۔“

البتہ یہاں مناسب ہے کہ اس مطلب کو بھی واضح کر دیں کہ گریہ و عزاداری وسیلہ و ذریعہ نہیں بلکہ بذاتہ مطلوب ہے اور بعض حضرات جو اپنے آپ کو روشن فکر گردانتے ہیں یہ تصور کرتے ہیں کہ عاشورا اور کربلا کی یاد منانا صرف روایتی عزاداری (سینہ زنی ' گریہ ' سیاہ لباس..... وغیرہ) میں منحصر نہیں ہے بلکہ اس مقصد کو اور طریقوں اور دوسرے ذرائع جیسے کانفرنس، سیمینار، محفل و مذاکرے وغیرہ سے بھی حاصل کیا جاسکتا ہے لیکن حقیقت یہ ہے کہ واقعہ عاشورا اور پیغام عاشورا کو سمجھنے کے لئے اسی انداز سے روایتی عزاداری سینہ زنی ' گریہ وغیرہ کی ضرورت ہے اگرچہ حضرت سید الشہداء کی شخصیت کے بارے میں کانفرنس، سیمینار اور مقالات علمی و تحقیقی بہت مفید و لازم ہیں مگر روایتی عزاداری کا انداز بھی ضروری اور لازم ہے اس مطلب کو واضح کرنے کے لئے ایک مقدماتی بحث ضروری ہے۔

سب سے پہلے یہ دیکھنے کی ضرورت ہے کہ انسان کے اندر کون سے عوامل ہیں جو مؤثر ہوں؟ علماء اور ماہرین نفسیات اس نتیجہ پر پہنچے ہیں کہ انسان کے اندر دو اہم عوامل موجود ہیں ایک شناخت و معرفت والا عامل ہے یعنی حس شناخت ہے جو باعث بنتی ہے کہ انسان کسی چیز کو سمجھے اور جانے اور سمجھنے کے بعد پھر اس کو قبول کرے اور دوسرا عامل جو ہر انسان کے اندر پایا جاتا ہے جو کہ شناخت والے عامل سے بھی زیادہ مؤثر ہے وہ انسانی احساسات اور عواطف ہیں آپ اپنی زندگی میں بھی اس کا مشاہدہ کر سکتے ہیں کہ سب سے زیادہ مؤثر عامل یہی احساسات و عواطف والا ہی ہے جو انسان کو کسی ذمہ داری کو انجام دینے پر آمادہ کرتا ہے خواہ وہ انفرادی ذمہ داری ہو یا اجتماعی و سیاسی ہولہذا ہم جس کام کو انجام دینا چاہیں تو اس کے لئے صرف اس کام کی شناخت و معرفت کافی نہیں ہوتی اور صرف اس کا جان لینا ہمیں حرکت میں نہیں لاسکتا بلکہ احساسات و عواطف ہی ہیں جو انسان کو اس کام کے انجام دینے کا انگیزہ ایجاد کرتے ہیں اور تحریک دلاتے ہیں اور جب تک یہ عامل نہ ہو کام نہیں ہو سکتا صرف یہ جان لینا کہ فلاں کھانا مفید ہے انسان کے لئے کافی نہیں ہے اور اس کو فائدہ نہیں پہنچا سکتا جب تک اس کو بھوک نہ لگے اور اس کھانے کو نہ کھائے ایسے ہی بعض امور کی یہی

کیفیت ہوتی ہے کہ صرف ان کا علم کافی نہیں ہوتا جب تک کوئی عمل کا انگیزہ پیدا نہ ہو کہ جو انسان کے اندر تحرک پیدا کرے اب اس مقدماتی بحث کے بعد واضح ہوجاتا ہے کہ تحریک کربلا سے آگاہی اور صرف جان لینا کافی نہیں ہے بلکہ امام (ع) کے اس مقدس مشن سے ہم آہنگ ہونے کے لئے ایک انگیزہ کی ضرورت ہے جو ہمیں اس مقدس تحریک کا حصہ بننے پر آمادہ کرے کیونکہ تحریک کربلا ایک مسلسل اور پیہم جدوجہد کا نام ہے جو ہر دور کے انسان کو آزادی سے جینے کا سلیقہ سکھاتی ہے اور انسانیت کو یہ درس دیتی ہے کہ ایک مقدس ہدف کے لئے اپنا سب کچھ قربان کر دینا چاہیے لہذا عزاداری کا رائج انداز سینہ زنی و گریہ وغیرہ کربلا کے واقعہ کی منظر کشی میں زیادہ مؤثر ہے اور کربلا کے پیغام کو اس انداز سے بہتر طور پر منتقل کیا جاسکتا ہے کیونکہ سننے اور دیکھنے میں بڑا فرق ہوتا ہے۔

حضرت موسیٰ (ع) اور سامری کی داستان اس مطلب پر بہترین شاہد ہے کہ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام کو کوہ طور پر بلایا گیا تو لوگوں کو بتایا گیا کہ ایک مہینے کے لئے حضرت موسیٰ (ع) کو کوہ طور پر رہیں گے مگر خدا نے دس دن اور بڑھا دیے: (وواعدنا موسیٰ ثلاثین لیلة وأتممنا بها عشر) جب تیس دن ختم ہوئے تو بنی اسرائیل کی قوم حضرت ہارون (ع) کے پاس آئے اور کہا تیرا بھائی کیوں نہیں آیا؟ حضرت ہارون (ع) نے کہا منتظر رہیں آجائے گا غرض دس دن گزرے ادھر سے سامری نے فرصت سے استفادہ کیا اور بچھڑا بنادیا اور کہا: (هذا ألهمك واله موسیٰ) قوم نے پرستش شروع کردی خدا نے حضرت موسیٰ (ع) پر وحی نازل کی کہ آپ کی قوم نے بچھڑے کی پوجا شروع کردی ہے حضرت موسیٰ (ع) نے سنا اور کوئی عکس العمل نہ دکھایا دس دن اور گزرے تو چالیس دن کے بعد آسمانی الواح کو لوگوں کے پاس لائے تاکہ ان کو شریعت کے احکام اور خدا کی اطاعت کی دعوت دیں حضرت موسیٰ (ع) نے جب دیکھا قوم بچھڑے کی پرستش کر رہی ہے جیسے ہی حضرت موسیٰ (ع) نے یہ منظر دیکھا غضبناک ہوئے آسمانی الواح کو کلیم اللہ نے پھینکا: (وَأَلْقَى الْأَلْوَحَ وَأَخَذَ بِرَأْسِ أَخِيهِ يَجُرُّهُ إِلَيْهِ) اپنے بھائی کو سر سے اپنی طرف کھینچا اور کہا تم نے قوم کو گمراہ ہونے سے کیوں نہیں روکا؟ اس داستان میں غور کریں اور دیکھیں کہ حضرت موسیٰ (ع) کو کوہ طور پر وحی کے ذریعے خدا نے یہ سب بات بتادی تھی لیکن اس خبر کو سننے کے بعد حضرت موسیٰ (ع) نے کوئی عکس العمل نہیں دکھایا اور کوئی غضب کے آثار نہیں تھے لیکن جب خود اپنی آنکھوں سے اس منظر کو دیکھا ہے غضبناک ہوئے تحمل نہ کر سکے پس معلوم ہوا سننے اور دیکھنے میں بڑا فرق ہوتا ہے خدا نے انسان کو ایسے خلق کیا ہے کہ جب وہ کسی چیز کو دیکھے اور کس منظر کا نظارہ کرے تو فوری اثر لیتا ہے کہ جواثر سننے سے نہیں لیتا۔

ہم واقعہ کربلا کے بارے آگاہی رکھتے ہیں اور جانتے ہیں کہ امام حسین (ع) اور آپ کے باوفا انصار و اصحاب کی کیسے مظلومانہ شہادت ہوئی ہے مگر ہمارا جاننا ہمارے آنسوؤں کو جاری نہیں کر سکتا بلکہ جب مجلس عزا میں شریک ہوتے ہیں مرثیہ خوان مرثیہ پڑھتا ہے خوبصورت اور مؤثر انداز سے خطیب کربلا کی داستان بیان کرتا ہے تو پھر بے اختیار ہمارے آنسو جاری ہوجاتے ہیں لہذا واضح ہوجاتا ہے کہ صرف واقعہ کربلا پر عالمانہ اور محققانہ بحث کرنے، سیمینار و کانفرنس کے انعقاد سے عزاداری والی افادیت کو حاصل نہیں کیا جاسکتا بلکہ لوگوں کے احساسات کو تحریک دینے کے لئے ضروری ہے کہ سیاہ لباس پہنا جائے عزاء خانوں کو سیاہ پرچموں سے سجایا جائے اور باقاعدہ مجالس عزا اور عزاداری کے پروگرام منعقد کیے جائیں تاکہ احساسات کو تحریک دیا جاسکے لہذا عزاداری سیاسی و عبادی عمل ہے اور عزاداری سے ان سیاسی مقاصد کو حاصل کیا جائے تب عزاداری کی حقیقی شکل ہوگی۔ اہل بیت علیہم السلام نے واقعہ کربلا کے بعد کس انداز سے عزاداری کی ہے اور کن مقاصد کو اس ذریعے سے حاصل کیا ہے آئیے اس حوالے سے تاریخ کا جائزہ لیتے ہیں:

عقیلہ بنی ہاشم، حضرت زینب سلام اللہ علیہا:

واقعہ کربلا سے سب سے زیادہ جوہستی متاثر ہوئی تھیں وہ ثانی زہرا حضرت زینب سلام اللہ علیہا تھیں واقعہ کربلا کے بعد حضرت زینب عالیہ (ع) اپنے بھائی اور عزیزوں کے سوگ میں مسلسل گریہ کرتیں اور نوحہ کناں تھیں اور کبھی بھی آپ کے آنسو خشک نہیں ہوئے تھے اور جب اپنے بھائی کی یادگار امام سجاد (ع) کی طرف متوجہ ہوتیں تو آپ کا غم و حزن بڑھ جاتا تھا اور وہ دلخراش مصائب آپ کے دل کو مزید غم و اندوہ میں ڈبو دیتے تھے نقل ہوا ہے کہ حضرت سیدہ اپنے بھائی کی شہادت کے بعد صرف دو سال زندہ رہیں اور اس غم و مصیبت کی وجہ سے آپ کی وفات ہوئی ہے کربلا کے بعد یہ قافلہ سالار بی بی اتنے مصائب دیکھنے کے باوجود جہاں خود عزادار اور گریہ کناں تھیں وہاں دوسروں کو تسلی و تشفی بھی دیتی رہی ہیں جب کربلا کالٹا ہوا قافلہ مقتل شہداء سے گذرا تو حضرت سجاد علیہ السلام نے جب اپنے مظلوم بابا اور عزیزوں کے بے گور و کفن لاشوں کو دیکھا تو رنج و متغیر ہو گیا اور قریب تھا کہ روح پرور کرجاتی جب ثانی زہرا (ع) نے یہ کیفیت دیکھی تو امام سجاد (ع) کو متوجہ کیا اور فرمایا: (مالی أراک ماذا تجود بنفسک یا بقیۃ جدی وأبی وأخوتی) سجاد (ع)! میں کیا دیکھ رہی ہوں یہ تو اپنے ساتھ کیا کر رہا ہے؟

کربلا سے کوفہ پہر کوفہ سے شام جہاں موقع ملا اس بی بی نے اپنے مظلوم بھائی کی مجلس پڑھی ہے اور خطبے دیے ہیں ابن زیاد اور یزید ملعون کے بھرے درباروں میں مجلس بپا ہوئی اور بی بی نے بھائی کے پیغام کو عام کیا ہے حضرت زینب (ع) اپنے بھائی کی شہادت کے بعدمولیٰ کی نائب خاص تھیں اور حلال و حرام بیان فرماتی تھیں چونکہ امام سجاد علیہ السلام بیماری کی وجہ سے سوال کرنے والوں کا جواب نہیں دے سکتے تھے اس لئے امام جعفر صادق علیہ السلام نے حضرت زینب (ع) کے دامن چاک کرنے والے عمل کو جو ثانی زہرا (ع) نے اپنے باپ اور بھائی کی مصیبت پر کیا ہے اس کے جواز کی سند کے طور پر بیان فرمایا ہے۔ (جواہر الکلام، ج ۴، ص ۳۰۷)

ارباب مقاتل نے عزاداری اہل بیت (ع) کا ایک اور واقعہ بھی ذکر کیا ہے کہ جب کربلا کا یہ قافلہ کوفہ پہنچا تو حضرت زینب سلام اللہ علیہا کی نظر پڑی کہ نوک نیزہ ہے اور بھائی کا سر اُٹھر ہے تو ہاتھ تو پابند رسن تھے یہ منظر دیکھنے کے بعد بے ساختہ ام المصائب بی بی نے اپنی پیشانی اونٹ کے کوہان پر ماری پیشانی زخمی ہوئی خون جاری ہوا اس واقعے سے معلوم ہوتا ہے کہ فرط غم و حزن میں بے ساختہ اس طرح کا عکس العمل ممکن ہو سکتا ہے۔

کامل میں شیخ بھائی نے نقل کیا ہے کہ حضرت ام کلثوم (ع) نے کسی کو یزید کے پاس بھیجا تاکہ اجازت دے حضرت سید الشہداء علیہ السلام کے لئے سوگواری و عزاداری کریں یزید نے اجازت دی اور حکم دیا کہ اہل بیت (ع) کو دارالآمارہ میں لے جایا جائے تاکہ وہاں عزاداری کریں اہل بیت (ع) نے وہاں سات دن تک عزاداری کی اور شام کی بہت ساری عورتیں ساتھ شامل ہو جاتی تھیں اور عزاداری کرتی تھیں مروان نے یزید کو اس عزاداری کی خبر دی اور کہا کہ شام کے لوگوں کی سوچ بدل چکی ہے اور اہل بیت (ع) کا شام میں رہنا بادشاہ کی حکومت کے لئے خطرناک ہے لہذا ان کے سفر کے مقدمات کو آمادہ کیا جائے اور ان کو مدینہ بھیج دیا جائے جس کے بعد یزید نے حکم دیا کہ ان کو مدینہ بھیجا جائے معلوم ہوتا ہے کہ جہاں بھی اہل بیت (ع) کو موقع ملا ہے صف ماتم بچھائی ہے اور عزاداری کی ہے اور حضرت سید الشہداء اور آپ کے باوفا اصحاب کی مظلومیت کی داستان سنائی ہے اور حکومت وقت کے ظلم سے نقاب الٹی ہے اس واقعہ اور دیگر واقعات سے ہم اس نتیجے پر پہنچتے ہیں کہ موسمی عزاداری نہیں ہونی چاہیے بلکہ آئمہ ہدیٰ علیہم السلام نے جب موقع ملا عزاداری کی ہے لہذا موسمی عزادار حقیقی عزادار نہیں ہے اور نہ اہل بیت (ع) کی مطلوب عزاداری ایسی عزاداری ہے لہذا عزاداری صرف عشرہ محرم سے خاص نہیں ہے بلکہ اہل بیت (ع) کی عزاداری ہر وقت اور ہر زمانے میں رہی ہے اور اہل بیت (ع) کا پیغام بھی یہی ہے کہ یہ

عزاداری ہر وقت رہنی چاہئے کیونکہ دین ابدی ہے موسمی نہیں ہے اور عزاداری دین کے پیغام کا بہترین ذریعہ ہے لہذا عزاداری بھی موسمی نہیں ہونی چاہئے شام میں اہل بیت علیہم السلام کاسات روز تک عزاداری کرنے سے شام کے لوگوں کی سوچ بدل گئی اور یزید کو اپنی حکومت کا خطرہ دکھائی دینے لگا تو معلوم ہوا ایسی عزاداری آئمہ (ع) نے کی ہے کہ جس سے حکومتیں ہل گئیں اور ظالم گھبرا گئے اور ڈر گئے نہ وہ عزاداری کہ جو ظالموں کو تحفظ فراہم کرے اور حکام وقت عزاداری کی آڑ میں اپنے دنیاوی مفادات کو حاصل کریں ایسی عزاداری نہ آئمہ نے کی ہے اور نہ ان کا مطلوب ہے۔

اہل حرم کا یہ لٹا ہوا قافلہ جب شام سے مدینہ لے جایا گیا تو بشیر بن جذلم کہتا ہے کہ جب ہم مدینہ کے قریب پہنچے تو امام سجاد علیہ السلام نے فرمایا: اونٹوں سے سامان اتار دیا جائے اور قافلے کو روک دیا جائے خیمے لگادیے گئے اور اہل حرم خیام میں قیام پذیر ہو گئے بشیر روایت کرتا ہے کہ امام (ع) نے مجھے بلایا اور فرمایا بشیر خدا تیرے باپ جذلم پر رحمت کرے اچھا شاعر تھا کیا تو بھی شعر کہہ سکتا ہے؟ میں نے عرض کیا ہاں فرزند رسول (ص) امام علیہ السلام نے فرمایا: ابھی مدینہ شہر میں جاؤ اور حضرت ابی عبد اللہ کی شہادت اور ہمارے مدینہ میں ورود کی خبر مدینہ والوں کو دے دو بشیر کہتا ہے کہ میں گھوڑے پر سوار ہوا اور جلدی سے مدینہ شہر میں گیا مسجد نبوی (ص) کی طرف گیا تو وہاں بلند آواز سے یہ اشعار پڑھے:

یا اہل یثرب لامقام لکم بہ
قتل الحسین وأدمعی مدرار
الجسم منه بکربلا مضرج
والرأس منه علی القنات یدار

پھر لوگوں کی طرف متوجہ ہوا اور کہا: ”علی ابن الحسین علیہ السلام اپنی پھوپھیوں اور بہنوں کے ساتھ مدینہ سے باہر موجود ہیں مورخین نے لکھا ہے کہ جب یہ خبر مدینہ والوں نے سنی مدینہ میں کوئی عورت بھی گھر میں نہ رہی بلکہ سب لوگ گریہ کرتے ہوئے مدینہ سے باہر آئے بشیر کہتا ہے کہ اس دن جو گریہ کا منظر تھا وہ میں نے کہیں نہیں دیکھا۔

اب آئیے اس میں غور و فکر کرتے ہیں کہ کیا ضرورت پیش آئی کہ امام سجاد علیہ السلام نے اس مصیبت بھرے قافلے کو مدینہ سے باہر روک لیا سوائے یہ کہ مولیٰ چاہتے تھے کہ مدینہ والوں کا اجتماع کریں اور وہاں پر حضرت سید الشہداء علیہ السلام کی مجلس بپا کریں اور حضرت نے وہاں ایک دردناک خطبہ دیا اور عزاداری کی اور پھر حضرت نے بشیر کو جب مدینہ بھیجا تو پوچھا کیا تو شعر کہہ سکتا ہے؟ یعنی امام علیہ السلام چاہتے تھے کہ اہل حرم کے مدینہ میں ورود والی خبر مؤثر اور حماسی انداز سے دی جائے، لوگوں کے احساسات اور عواطف سے مثبت نتائج لیے جائیں اور اپنی مظلومیت کی داستان اور بنی امیہ کی سیاہ کاریاں بتائی جائیں۔

ہجرت کے آٹھویں سال جب پیغمبر (ص) کے فرزند ابراہیم کا انتقال ہوا تو قبرستان بقیع میں دفن کردیا گیا پیغمبر گرامی اسلام (ص) نے اپنے اس فرزند کے فراق میں گریہ کیا آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے حضرت سے کسی نے کہا یا رسول اللہ (ص)! آپ دوسروں کو تو گریہ سے منع کرتے ہیں اور خود روتے ہیں؟ رسول خدا (ص) نے فرمایا: (لیس هذا بکاء غضب انما هذا رحمة ومن لایرحم لایرحم) ”یہ غصے اور شکوے والا گریہ نہیں ہے بلکہ رافت و رحمت والا گریہ ہے اور جو رحم نہ کرے اس پر رحم نہیں کیا جائے گا۔ (بحار، ج ۲۲، ص ۱۵۱۔ عیون الاخبار الرضا، ج ۲، ص ۱۱)

اور رسول خدا کا یہی فرزند جب آغوش رسول میں تھا اور وقت آخر تھا تو رسول خدا نے اس بچے کو خطاب کر کے فرمایا: (اَنَا بَكْ لِمَحْزُونٍ تَبْكِي الْعَيْنُ وَيَدْمَعُ الْقَلْبُ وَلَا نَقُولُ مَا يَسْخَطُ الرَّبَّ) (صحیح بخاری، ج ۱، ص ۱۴۸)

جب رسول خدا (ص) اپنے فرزند کے فراق میں گریہ کرتے رہے تو واقعہ کربلا کے دردناک اور المناک مصائب پر دل کیوں نہ روئے؟ اور انسان کا عاطفہ و احساسات اس ظلم پر کیوں نہ جوش میں آئیں؟ لہذا یہ گریہ اور رونا انبیاء کی سنت ہے انسانیت کی نشانی ہے شرافت آدمیت ہے اس لئے حضرت آدم علیہ السلام اپنے بیٹے ہابیل کی مصیبت میں اتنا متاثر ہوئے کہ چالیس رات تک گریہ کیا۔

صاحب حیاۃ الامام الحسین (ع) نے لکھا ہے کہ اہل بیت (ع) کے مدینہ میں وارد ہونے کے بعد بنی ہاشم شہداء کربلا کے سوگ میں غمگین ہوئے اور تین سال تک عزاداری اور ماتم کرتے رہے اور رسول خدا کے عمر رسیدہ اصحاب مسوربن محذمہ، ابوہریرہ اور دوسرے اصحاب چھپ کر آتے تھے تاکہ بنی ہاشم کی عزاداری میں شریک ہوں اور بنی ہاشم کے ساتھ ہم صدا ہو کر حضرت سید الشہداء کے سوگ میں گریہ کرتے تھے۔ (حیاۃ الامام الحسین، ج ۳، ص ۲۲۸)

حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے وقت آخر اپنے فرزند امام جعفر صادق علیہ السلام کو جہاں غسل و کفن کے حوالے سے وصیت فرمائی وہاں خصوصیت کے ساتھ یہ وصیت فرمائی ہے کہ میرے مال میں سے آٹھ سو درہم میری عزاداری کے لئے مخصوص کر دیئے جائیں اور دس سال تک حج کے موقع پر منیٰ کے میدان میں میرا غم منایا جائے اس وصیت پر غور و فکر کیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ عزاداری اہل بیت (ع) پر خرچ کرنا آئمہ (ع) کی آرزو تھی اور پھر حضرت نے منیٰ کے مقام کا کیوں انتخاب کیا ہے اس کی وجہ یہی ہے کہ کیونکہ اس تاریخ کو عام طور پر حجاج اس علاقہ میں رہتے ہیں اور پوری دنیا کے گوشے گوشے سے سارا عالم اسلام اکٹھا ہوتا ہے اس لئے اس نکتہ کا انتخاب فرمایا تاکہ اس طرح سے لوگوں کو حکام وقت کے مظالم اور آل محمد (ص) کے فضائل و کمالات اور ان کی تعلیمات سے آگاہی ہوتی رہے اس وصیت سے عزاداری کے اہتمام اور اس پر اتفاق کے حوالے سے خصوصی تاکید معلوم ہوتی ہے۔

نتیجہ یہ سامنے آتا ہے کہ عزاداری کا اہتمام اور اس کو رواج دینا آئمہ علیہم السلام کی مرضی کے عین مطابق ہے اور انہوں نے خود یہ عمل کر کے دکھایا ہے البتہ وہ عزاداری جو آئمہ اہل بیت علیہم السلام کی حقانیت اور حکام کے ظلم کو بیان کرے اور جس عزاداری کے سائے میں دین کا پیغام ہونہ کہ وہ عزاداری جس سے آئمہ اطہار (ع) کی توبین ہو جو مقدسات کی توبین کا باعث بنے جس کو دیکھ کر لوگ آئمہ (ع) سے دور ہوں۔

امام جعفر صادق (ع) اور عزاداری:

چھٹے امام حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام اور امام ہشتم امام علی رضا علیہ السلام کا دور قدرے فرصت اور مہلت کا دور تھا لہذا ان حضرات نے اس تبلیغی عنصر کو کافی فروغ دیا فرش عزا بچھایا لوگوں کو جمع کیا شاعر یا خطیب سے ذکر مصائب کا مطالبہ کیا اور سامعین کو بلند آواز سے گریہ کرنے پر زور دیا تاکہ ذکر مصائب عام ہو اور لوگ اس کی بنیادیں تلاش کرنے کی طرف متوجہ ہوں ان دونوں اماموں نے اپنے دور میں عزاداری کے فروغ میں اہم کردار ادا کیا ہے۔

عبد اللہ بن سنان روایت کرتا ہے کہ عاشور کے دن میں امام صادق علیہ السلام کی خدمت میں گیا دیکھا حضرت (ع) کارنگ اترابو ہے بہت غم و اندوہ کی کیفیت میں تھے آنکھوں سے آنسو موتیوں کی طرح جاری تھے میں نے گریہ کا سبب پوچھا فرمایا کیا تمہیں نہیں معلوم کہ اس دن ہمارے جد حسین (ع) کو شہید کیا گیا۔ (سفینۃ البحار،

ایک سوال ہوسکتا ہے کہ رسول اللہ (ص) کا یوم وفات اور باقی آئمہ اطہار (ع) کے ایام شہادت کواتنا عظیم مصیبت اور غم و حزن والا دن کیوں نہیں قرار دیا گیا اور ان حضرات کے ایام غم پر اتنا غم کیوں نہیں منایا جاتا ہے؟ یہی سوال ایک صحابی نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے پوچھا: عبد اللہ بن فضیل کہتا ہے کہ میں نے امام صادق علیہ السلام سے پوچھا کہ کیا وجہ ہے کہ عاشور کادن اتنی مصیبت و غم کادن قرار پایا لیکن پیغمبر اسلام (ص) کا یوم وفات، مولائے کائنات (ع)، حضرت سیدہ زہرا (ع) اور حضرت امام حسن (ع) کے ایام شہادت اتنی مصیبت کے دن کیوں نہیں ہو سکتے؟ امام علیہ السلام نے فرمایا: (أَن يَوْمَ الْحُسَيْنِ اعْظَمَ مَصِيبَةً مِنْ جَمِيعِ الْأَيَّامِ فَكَانَ ذَهَابُهُ كَذَهَابِ جَمِيعِهِمْ) (وسائل الشیعة، ج ۱، ص ۳۹۴)

فرمایا: ”عاشور کادن اس لئے بڑی مصیبت کادن ہے کیونکہ جب رسول اللہ کی وفات ہوئی تو امیر المؤمنین موجود تھے، باقی پنجتن آل عب (ع) موجود تھے مگر جب ہمارے جد حسین (ع) کی شہادت ہوئی تو گویا سب کی شہادت واقع ہوئی ہے اور پنجتن کی آخری نشانی حسین (ع) تھے۔“

بعض اوقات امام جعفر صادق علیہ السلام نے اپنے صحابیوں کو مجالس عزاداری قائم کرنے کا حکم بھی دیتے تھے اپنے ایک صحابی فضیل کو فرمایا: کیا مجالس برپا کرتے ہو اور بحث و گفتگو کرتے ہو؟ جب فضیل نے مثبت جواب دیا تو امام علیہ السلام نے فرمایا: ان مجالس کو میں پسند کرتا ہوں فَأَحْيُوا أَمْرَنَا رَحِمَ اللَّهُ مَنْ أَحْيَى أَمْرَنَا دعا بھی فرمائی ہے کہ خدا رحم کرے اس شخص پر جو ہمارے امرامامت و ولایت کو زندہ رکھے۔ (قرب الاسناد، ص ۱۸) لہذا آئمہ علیہم السلام نے مختلف اوقات میں اپنے صحابہ کو عزاداری کی اہمیت اور اس کو بپا کرنے کی طرف توجہ دلائی ہے اور بعض اوقات کسی قصیدہ خوان اور مرثیہ خواں کو مرثیہ پڑھنے کا حکم دیتے اور گریہ فرماتے امام جعفر صادق علیہ السلام، ابوہارون مکفوف مشہور مرثیہ خواں کو حکم دیتے کہ مرثیہ پڑھو جب وہ مرثیہ پڑھتا تو دیکھا گیا امام علیہ السلام بہت گریہ فرما رہے تھے اور امام (ع) کے رونے کے ساتھ پردے کے پیچھے موجود خواتین بھی گریہ کرتیں اور اس طرح سے یہ صف ماتم بچھائی جاتی رہی۔

امام رضا علیہ السلام اور معروف شاعر دعبل خزاعی:

دعبل بن علی خزاعی جو کہ درجہ اول کا شاعر تھا اور جس کا مقام فصاحت و بلاغت اور شعروادب بیان سے بالاتر ہے کہتا ہے کہ جب میں نے قصیدہ ”مدارس آیات“ نظم کیا تو چاہا کہ امام علی رضا علیہ السلام کی خدمت میں خراسان جاؤں اور یہ قصیدہ ان کے حضور پیش کروں مرو میں امام (ع) قیام پذیر تھے اور آپ (ع) کی ولی عہدی کا دور تھا شیخ صدوق نے روایت کی ہے کہ دعبل مقام مرو میں امام (ع) کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا فرزند رسول (ص) میں نے آپ کے لئے ایک قصیدہ لکھا ہے اور قسم کھائی ہے کہ آپ سے پہلے کسی کے سامنے نہیں پڑھوں گا امام (ع) نے فرمایا: لے آؤ، فرش عزا بچھو ادیا پس پردہ خواتین کو طلب کیا اور پھر اس عظیم مداح اہل بیت (ع) نے قصیدہ پڑھا جب یہ شعر پڑھا:

أَرَى فِيهِمْ مَقْتَسِمًا فِي غَيْرِهِمْ وَأَيَّدِيهِمْ مِنْ فِيْهِمْ صَفْرَان

”میں دیکھتا ہوں ان کا مال (فئی) غیروں میں تقسیم ہو رہا ہے اور ان کے ہاتھ اپنے مال (فئی) سے خالی ہیں۔“ دعبل کہتا ہے حضرت گریہ کرنے لگے اور فرمایا اے خزاعی! تو سوچ کہتا ہے پھر دعبل نے ایک اور شعر پڑھا کہ ”جب ان پر ظلم ہوتا ہے تو وہ ظلم کرنے والوں کی طرف اپنی ہتھیلیاں بڑھاتے ہیں جو کہ بدلہ لینے سے بند ہیں۔“ دعبل کہتا ہے کہ امام (ع) نے اپنی ہتھیلی کو بند کیا اور فرمایا خدا کی قسم بند ہیں غرض امام علیہ السلام نے دعبل کے

برشعر پرداد دی اور حوصلہ افزائی کی ہے جب دعبل نے آخری شعر پڑھا جو کہ آپ کے والد گرامی حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کے بارے میں تھا تو امام (ع) نے فرمایا: دعبل! میں تیرے اس قصیدے کے ساتھ دوبیت اور ملحق کردوں تاکہ تیرا قصیدہ مکمل ہو جائے پھر امام (ع) نے یہ شعر پڑھے:

وقبر بطوسٍ یالہا من مصیبة الحش علی الأحشاء بالزفرات

الی الحشر حتی یبعث اللہ قائماً یفرّج عنا الهم والکربات

”اور ایک قبر بطوس میں ہے اور کتنی بڑی مصیبت ہے اس کی کہ جس نے اپنی گرم سانسوں سے انتڑیوں کو چھیل دیا حشر کے دن تک کے لئے یہاں تک کہ خدا قائم علیہ السلام کو مبعوث کرے گا جو ہمارے غم اور مصیبتوں کو دور کرے گا۔“

دعبل نے پوچھا: مولیٰ (ع)! یہ کس کی قبر ہے؟ آپ (ع) نے فرمایا: یہ میری قبر ہوگی تو معلوم ہوتا ہے کہ آئمہ ہدیٰ علیہم السلام ایسے مداحوں اور شعراء کا کلام سنتے تھے اور ان کی حوصلہ افزائی فرماتے تھے حقیقت میں مقصد اس ذکر کو زندہ رکھنا تھا۔

دعبل کے اس قصیدے کے بعد امام علیہ السلام نے دعبل کو ایک سواشرفی کا انعام عطا فرمایا جس پر حضرت کا اسم گرامی کندہ تھا کہ خدمت اہل بیت (ع) کا مطلب مفت کام کرنا نہیں ہے بلکہ خدمت کرنا امت کا کام ہے اور انعام دینا اہل بیت (ع) کی اپنی ذمہ داری ہے۔

حضرت امام رضا علیہ السلام نے روایت کی ہے کہ جب بھی ماہ محرم آتا تھا تو میرے والد کو خوشی میں ہنستے ہوئے نہیں دیکھا جاتا بلکہ غم و اندوہ میں چلے جاتے تھے یہاں تک کہ عاشور کادن آتا تھا تو اس دن آپ (ع)

کا گریہ بڑھ جاتا تھا اور فرماتے تھے: (ہو یوم الذی قتل فیہ الحسین (ع)) (امالی شیخ صدوق، ص ۱۲۸)

اس کے علاوہ خود امام علیہ السلام بھی آغاز محرم کے ساتھ ہی سوگواری کا سلسلہ شروع کر دیتے تھے اور محرم کے آغاز میں اپنے صحابی ابن شیبہ کو فرمایا: (یا بن الشیبہ اُن کنت باکیاً فابک علی جدی الحسین (ع)) اے ابن شیبہ! اگر کسی بات پر رونا آئے تو میرے جد حسین (ع) پر گریہ کرنا اس لئے کہ انہیں بھوکا، پیاسا شہید کیا گیا ہے۔ البتہ اس کا ہرگز یہ مطلب نہیں ہے کہ عزاداری صرف عشرہ محرم سے خاص ہے نہیں بلکہ جیسے ہم گذشتہ واقعات و روایات سے نتیجہ لے چکے ہیں کہ عزاداری موسمی نہیں ہے اور نہ موسمی عزادار ہونا آئمہ ہدیٰ علیہم السلام کا مطلوب ہے۔

اور اس مطلب پر بہترین دلیل امام زمانہ علیہ السلام کے یہ جملے ہیں کہ آپ (ع) نے فرمایا: ”لَا نَدِیْنُکَ صَبَا حاً وَمَسَاءً وَلَا بَکِیْنُکَ بَدَلُ الدَّمْعِ دَمًا“ اے حسین (ع)! میں صبح و شام آپ کی مصیبت پر روتا ہوں اور آپ پر آنسو کے بدلے خون گریہ کرتا ہوں۔ (بحار الانوار ج ۹۸، ص ۳۲)

آئمہ علیہم السلام کی طرف سے حضرت سید الشہداء (ع) اور آپ کے باوفا اصحاب کی عزاداری پر بہت زیادہ تاکید ہوئی ہے اور دین کی بقاء اور اس کو انحرافات سے بچانے میں کوئی عمل عزاداری سے بڑھ کر نہیں ہے عزاداری اسلامی فرہنگ کو فروغ دینے کا بہترین ذریعہ ہے جیسا کہ حکیم امت امام خمینیؑ نے فرمایا: ”امام حسین (ع) نے اسلام کو نجات دی اور خود قربان ہو گئے اور جس عظیم ہستی نے اسلام کے لئے قربانی دی ہے ہمیں اس کے لئے ہر روز گریہ کرنا چاہئے اور اس مکتب کی حفاظت کے لئے ہمیں ہر روز مجلس بپا کرنی چاہئے محرم و صفر ہے جس نے اسلام کو زندہ کیا ہے اور حضرت سید الشہداء علیہ السلام کی قربانی ہے جس نے ہمارے لئے اسلام کو زندہ کیا ہے۔“

آخر میں اہل بیت علیہم السلام کی عزاداری کے چند نمونے قارئین کی خدمت میں پیش کرتے ہیں جس سے

عزاداری اہل بیت(ع) کی روش اور اندازِ مزید واضح ہو جائے گا۔

حضرت ام البنین:

حضرت عباس علمدار(ع) کی مادرگرامی کوجب اپنے بیٹوں کی شہادت کی خبر ملی توحضرت دن میں قبرستان بقیع میں چلی جاتی تھیں اوراپنے ان جگرگوشوں کی عزاداری اورنوحہ خوانی کرتیں مدینہ کی عورتیں ان کے گردجمع ہوجاتیں اوران کے ساتھ ہم نالہ ہوجاتی تھیں تواس طرح سے عزاداری کاایک سلسلہ قبرستان بقیع میں جاری رہتا تھا نقل کیاگیا ہے کہ حضرت کی عزاداری اتنی دردناک تھیں کہ اہل بیت(ع) کاسب سے بڑا دشمن مروان بن حکم جب دن کوقبرستان سے گذرتا تھا اورحضرت کے نالہ وفریاد کوسنتا تھاتوبہت متاثر ہوتا۔(حیاء الحسین، ۳، ص ۲۳۰)

حضرت کے اپنے جگرگوشوں کے سوگ میں چنداشعار:

یا من رأی العباس کَرَّ علی جماہیر النقد
ووراء ہ من ابناء حیدر کلّ لیث ذولبَد
أنبتُ أنّ ابنی أُصیب برأسه مقطوع ید
ویلی علی شبلی آمال برأسه ضرب العمد
لوکان سیفک فی یدیک لَمّا دمی منک أحد
لاتدعوئی ویک ام البنین تذکّرینی بلیوث العرین
کانت بنونٌ لی أدعی بهم والیوم اصبحْتُ ولامن بنین
أربعة مثل نُسور الریّ قدواصلوا الموت بقطعِ الوتین

ترجمہ: ”اے وہ جس نے عباس(ع) کودیکھا ہے کہ مخالف گروہ پرحملہ ورہتے تھے اوران کے پیچھے قوی شیرکی مانند حیدر(ع) کے بیٹے ہوتے تھے مجھے خبردی گئی ہے کہ میرے بیٹے کاسرمجروح اورہاتھ کٹ گئے وای کہ میرے بیٹے کے سرپرعمود کاوار کیاگیا اگر تیرے ہاتھ میں تیری تلوار ہوتی توکوئی بھی تیرے نزدیک نہ آتا اب مجھے ام البنین نہ کہو کیونکہ مجھے میرے بیٹے کے شیربیٹوں کی یاددلاتے ہو میرے بیٹے تھے کہ مجھے ان کے ذریعے پکارا جاتا تھا اورآج میراکوئی بیٹا نہیں ہے چاربیٹے تیزپرواز عقاب کی مانند گلے کٹوا کے موت کوجاملے ہیں۔(نغثۃ المصدر، ص ۱۶۳)

حضرت ام رباب سلام اللہ علیہا:

حضرت ام رباب(ع) کہ جن کے والد امرؤ القیس عرب کے بڑے قبیلے سے جن کاشمار ہوتا تھا اورحضرت سیدالشہداء (ع) کے ہاں حضرت رباب(ع) کا بڑا مقام تھا اور ہمیشہ مولیٰ کی نظر ان کے شامل حال تھی روایت کی گئی ہے کہ امام حسین(ع) کی شہادت کے بعد حضرت رباب(ع) جب تک زندہ رہیں ہمیشہ گریہ کرتی رہیں ابن اثیر کہتا ہے کہ حضرت رباب(ع) جب قافلے کے ساتھ مدینے واپس آئیں توقریش کے بزرگوں نے حضرت رباب(ع) سے شادی کی خواہش کی توآپ نے جواب دیا کہ فرزند رسول(ص) کے بعد میں کسی اورکے فرزند کی ہمسری میں نہیں آؤں گی ایک سال تک حضرت رباب(ع) گریہ وعزاداری کرتی رہیں اورایک سال تک سائے میں نہیں بیٹھیں

اوراسی غم کی وجہ سے آپ کی وفات ہو جاتی ہے۔ (کامل ابن اثیر، ج ۴، ص ۸۸)
حضرت رباب (ع) نے مولیٰ امام حسین (ع) کے لئے یہ مرثیہ کہا ہے جو آپ کے غم و اندوہ کی کیفیت کو بیان کرتا ہے:

أَنَّ الَّذِي كَانَ نُورًا يُسْتَضَاءُ بِهِ بَكَرِيلاً قَتِيلَ غَيْرِ مَدْفُونٍ
سَبَطَ النَّبِيُّ جَزَاكَ اللَّهُ مَصَالِحَةً عَنَّا وَجَنَّبْتَ خَسْرَانَ الْمَوَازِينِ
قَدْ كُنْتُ لِي جَبَلًا صَفْرًا أَلُوذُ بِهِ وَ كُنْتُ تَصْحَبُنَا بِالرَّحْمِ وَالِدِينِ
مَنْ لِلْيَتَامَى وَمَنْ لِلْسَّائِلِينَ وَمَنْ يَعْنِي وَيَاوِي أَلَيْهِ كُلَّ مُسْكِينٍ
وَاللَّهُ لَا ابْتَغَى صَهْرًا بَصْهَرَكُمْ حَتَّى اغْيِبَ بَيْنَ الرَّمْلِ وَالطِّينِ

حضرت امام سجاد علیہ السلام:

مدینہ سے مکہ، مکہ سے کربلا، کربلا سے کوفہ و شام تک کے تمام حالات و مصائب کے عینی شاہد امام سجاد علیہ السلام تھے اس لئے بابا کی شہادت کے بعد چالیس سال برابر بابا کے غم میں روئے جبکہ دن میں روزہ رکھتے تھے اور رات کو خدا کی عبادت میں بسر کرتے تھے اور جب آپ کا خادم افطار کا سامان آپ (ع) کے پاس لاتا تو آپ (ع) شدت سے گریہ کرتے ہوئے فرماتے تھے کہ میں کیسے پانی پیؤں جبکہ میرے بابا کو پیاسا شہید کیا گیا ہے۔

راوی کہتا ہے کہ میں نے حضرت (ع) کی خدمت میں عرض کیا مولیٰ (ع)! کیا ابھی وقت نہیں آیا کہ آپ کم گریہ فرمائیں؟ تو امام علیہ السلام نے فرمایا: وای ہو تم پر حضرت یعقوب (ع) کے بارہ بیٹے تھے ایک بیٹا گم ہوا تھا اس کے فراق میں اتنا روئے کہ سر کے بال سفید ہو گئے، کمر جھک گئی اور آنکھوں کی بینائی جاتی رہی درحالیکہ میں نے اپنے اٹھارہ یوسفوں کو زمین پر ٹکڑے ٹکڑے ہوتا دیکھا ہے جبکہ ان کے بدن پر سرمو وجود نہیں تھے۔

یک پسر گم کرد یعقوب از فراقش گور شد چون نگریم من کہ یک عالم پدر گم گردہ ام

گذشتہ واقعات و روایات کی روشنی میں ہم حتمی طور پر یہ نتیجہ لے سکتے ہیں اہل بیت علیہم السلام کا انداز عزاداری اور تاکید یہی تھی کہ عزاداری اور جلوس و مجالس کے اس سلسلے کو باقی رکھنا چاہئے اور روڈوں پر جلوس عزا حقیقت میں کربلا کے ابدی پیغام کو زندہ کرنا ہے اور یہ شعائر اسلامی اہل بیت (ع) کی حقانیت اور ان کے مقدس ہدف کو بیان کرتے ہیں اور عزاداری ایک سیاسی عبادی عمل ہے لہذا اگر عزاداری سے اسلام کے سیاسی مقاصد کو حاصل نہ کیا جائے تو پھر یہ حقیقی عزاداری کی شکل نہیں ہوگی۔